وفاق المدارس العربیہ کے پہلے امتحان کی سرگزشت

مفکرِ اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ پاکستانی سیاست کے درخشندہ ستارہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم مفتی، ماہر مدرس اور نامور محدث بھی تھے۔ ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' کے ناظم اول کا عہدہ بھی حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہا اور انہی کی نگرانی میں ''وفاق'' کے تحت پورے پاکستان میں دورۂ حدیث کے طلبہ کا پہلا امتحان ہوا تھا، جس کی روداد حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے گہربار قلم سے تحریر فرمائی تھی۔ اس تحریر سے جامعہ کے سابق استاذ الحدیث وصدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی اَن تھک مجاہدانہ زندگی کی ایک جھلک بھی سامنے آتی ہے۔ رجب کے مہینے کے آخر میں وفاق کے سالانہ امتحانات کی مناسبت سے یہ تحریر قارئین بینات کی نذر کی جارہی ہے، تاکہ وفاق کی تاریخ سے آگاہی کے ساتھ ساتھ ان بزرگوں کی خدمات بھی سامنے آسکیں۔ (ادارہ)

۱۳؍جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ کو وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ نے وفاق کے زیر اہتمام ملحقہ مدارس فوقانیہ کے طلبۂ دورۂ حدیث شریف کا سالانہ امتحان ۱۳۸۰ھ لینے کا فیصلہ کیا اور اس انتظام وانصرام کے لیے سات اراکین مجلس عاملہ پر مشتمل امتحان کمیٹی بنادی۔ اس امتحان کمیٹی نے اپنی ایک مجلس میں امتحان کی تاریخیں اور چند ضروری بنیادی اصول طے کردیے اور احقر کو ناظمِ امتحان (رجسٹرار) مقرر کرکے اس امتحان کا تمام تر بار اس خادم کے ناتواں کاندھوں پر ڈال دیا۔ اول تو اس طرح کے ملک گیر اور وسیع امتحانات کا مجھے کوئی تجربہ نہ تھا، علاوہ ازیں اتنے عظیم کام کے لیے دوڈھائی ماہ کی مدت یقیناً ناکافی تھی، مزید برآں یہ کہ سفرِ حجازِ مقدس اور والدہ ماجدہ کی علالت ووفات کی وجہ سے میں تقریباً نصف سال متواتر مدرسہ سے غیر حاضر رہا تھا۔ لہٰذا مجھے اسی مختصر عرصے میں تدارکِ مافات کے طور پر دن رات مشغول رہ کر کتابوں کو ختم کرانا تھا۔ ادھر میرے محترم بزرگ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ العالی (نائب صدر وفاق) جن کی رہنمائی کے سہارے پر ہی میں نے اس خدمت کو انجام دینے کی ذمہ داری اٹھانے کی جرأت کی تھی، اس زمانے میں وہ بھی تدریسی فرائض اور مدرسہ کے دوسرے اہم مشاغل میں بے حد مصروف تھے۔ درحقیقت یہ زمانہ عموماً جملہ مدرسین بالخصوص دورۂ حدیث شریف کے مدرسین کے لیے بے انتہا مصروفیت کا زمانہ ہوتا ہے۔

بہرصورت اس وقت کام کی اتنی وسعت کا اندازہ نہ تھا، اس لیے ان نامساعد حالات کے باوجود خادم نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا۔ لیکن جوں جوں وقت آتا گیا، کام کی وسعت اور پھیلاؤ کا اور وقت کی کمی اور تنگی کا احساس شدت سے بڑھتا گیا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے غیب سے رہنمائی فرمائی اور قلب میں القاہوا کہ حضرت

مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ (بنوری ٹاؤن) کراچی کو مستقل طور پر اس مہم کی تشکیل وانصرام پر لگا دیا جائے، تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ شب وروز منہمک ہوکر اپنی خداداد قابلیت، ذوق اور تجربے سے اس عظیم کام کو سرانجام دے سکیں اور مدارسِ عربیہ کا یہ پہلا امتحان پورے نظم وضبط اور باضابطگی سے تکمیل تک پہنچے، مدارس عربیہ کا وقار قائم ہو، علما اور دیندار طبقہ کے حوصلے بلند ہوں اور مخالفین کو شماتت کا موقع ہاتھ نہ آئے۔

مولانا موصوف پر نظرِ انتخاب اس لیے بھی پڑی کہ گزشتہ سال مولانا موصوف نے بغیر کسی دعوت کے محض "وفاق المدارس" سے ذاتی شغف ودلچسپی کی بنا پر کراچی سے ملتان تک طویل سفر کی زحمت گوارا فرمائی تھی اور مجلس عاملہ کی تمام کارروائی میں بڑے شغف اور انہماک سے حصہ لیا تھا، اس وقت بھی احقر' مولانا کے جذبات اور عزائم سے بہت متاثر ہوا تھا۔ علاوہ ازیں شوریٰ کے اس اجلاس کے موقع پر جس میں اس سال سے امتحان لینے کا فیصلہ ہوا، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ (نائب صدرِ وفاق) نے' جو شوریٰ کے اس فیصلے کے سرگرم حامی تھے، عارضی طور پر مولانا کی خدمات' ضرورت کے وقت وفاق کے لیے سپرد کردینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ مزیں براں یہ کہ اس حیرانی وسرگردانی کے عالم میں جب کہ خادم تشکیلِ امتحان کے بارِ عظیم سے سخت پریشان تھا، مولانا موصوف نے از خود تشکیلِ امتحان سے متعلق چند مفید مشورے اور اہم تجاویز، نیز فارم داخلہ وغیرہ کے نمونے ارسال فرمائے تھے۔ یہ آزمودہ کارانہ تجاویز اور مشورے آپ کے انتخاب کے لیے اور بھی زیادہ مؤید ہوئے اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ کے مشورے سے مولانا موصوف کو دو ماہ رجب وشعبان کے لیے ملتان بلالینے کا فیصلہ ہوگیا اور احقر نے حضرت صدرِ وفاق سے منظوری حاصل کرکے موصوف کو جمادی الثانیہ میں اس کام کے لیے ملتان تشریف لانے کی دعوت دے دی۔ مولانا نے بطیبِ خاطر قبول فرمالیا اور حضرت مولانا بنوری نے بھی آخرِ سال ہونے کے باوجود دو ماہ کے لیے ان کی خدمات بخوشی وفاق کے سپرد کردیں۔

سرگزشتِ کار

۱- جمادی الثانیہ کے اواخر میں خادم نے بمشورہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ، ممتحنین کے نام کتبِ عشرہ کے پرچہ ہائے سوالات بنانے کے لیے خطوط روانہ کردیے۔ از روئے احتیاط' انتخابِ ممتحنین کے سلسلے میں اصول یہ طے کیا کہ کسی ایسے عالم حدیث سے پرچے نہ بنوائے جائیں جو امتحان میں شرکت کرنے والے مدارس میں مدرس ہوں اور ان کے تلامذہ امتحان میں شریک ہورہے ہوں۔ حضرات ممتحنین کو یہ لکھ دیا گیا تھا کہ امتحان کے پرچے اس طرح مرتب فرمائیں کہ ہر پرچہ کے تین سوال ہوں اور ہر سوال دو اجزا پر مشتمل ہو: الف اور ب، جو ایک ہی وزن اور معیار کے ہوں اور دونوں کے نمبر مساوی ہوں اور طالب علم کو اختیار ہو کہ وہ ہر سوال کے جس حصے کو چاہے حل کردے۔ نیز یہ بھی درخواست کی گئی تھی کہ یہ ابتدائی مرحلہ ہے، امتحان کی سختی سے مہتممینِ مدارس، اساتذہ اور طلبہ کے حوصلے پست نہ ہوجائیں، بلکہ اصول وضوابط کے مضبوط دائرے کے اندر رہتے ہوئے جتنی سہولت ممکن ہو' اختیار کی جائے، لیکن ایسا بھی نہ ہو کہ امتحان بے معنی اور بچوں کا کھیل بن کر رہ جائے اور مخالفینِ وفاق اس امتحان کو ہدفِ طعن وتشنیع اور سامانِ تضحیک بنائیں۔ بہرحال کتبِ عشرہ کے پرچہ ہائے سوالات تقریباً ۲۰؍ رجب تک انتہائی محتاط طریق پر موصول ہوگئے اور محفوظ کردیے گئے۔

۲-مولانا محمد ادریس صاحب نے یکم رجب سے ہی مدرسے کا کام چھوڑ دیا اور تشکیلِ امتحان کا مکمل خاکہ کراچی میں بیٹھ کر ہی تیار کرلیا۔ فارم داخلہ، کاپی جوابات کا سرورق، رجسٹریشن کارڈ وغیرہ کے جو نمونے ملتان بھیجے تھے اور کراچی ہی میں طبع کرانے کی غرض سے واپس منگا لیے تھے اور حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ کے مشورے سے وہ منظور کرکے کراچی بھیج دیے گئے تھے، ان کو عرب پریس کراچی میں چھپوالیا۔ نیز ممتحنین مدارس اور ناظمین امتحان کے نام ہدایات وطریق کار پر مشتمل خطوط سائیکلو اسٹائیل کرالیے اور قواعد وضوابط امتحان کا مسودہ تیار کرلیا۔

۳-مولانا موصوف یہ سب سامان لے کر ۵/رجب کو ملتان پہنچ گئے اور اسی دن بعد مغرب ہم حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی خدمت میں خیر المدارس حاضر ہوئے اور قواعد وضوابط کے مسودہ کو پورے غور وخوض اور بحث ونظر کے بعد بعض اہم ترمیموں کے ساتھ پاس کردیا گیا اور آخر میں فوائدِ امتحان اور اغراض ومقاصد وفاق کا اضافہ کرکے کتابت وطباعت کے لیے دے دیا گیا اور ۱۰/رجب کو فارم داخلہ اور قواعد وضوابط امتحان تمام مدارس کو شرکاء امتحان کی تعداد کے مطابق بھیج دیے گئے۔

۴-نظماء امتحان: چودہ مراکز کے لیے چودہ ناظمینِ امتحان کے انتخاب اور تقرر کا مسئلہ توقع سے زیادہ دشوار اور مشکل ثابت ہوا۔ ظاہر ہے کہ بغیر کسی سابقہ اطلاع کے دس دن کے لیے اپنے تمام مشاغل کو یک دم چھوڑ کر گھر سے باہر جانا اور ایک اجنبی ماحول میں اول سے آخر تک انعقادِ امتحان کا انتظام اور نگرانی کرنا اور وہ بھی ''محض فی سبیل اللہ'' ہر شخص کے لیے کافی مشکل اور دشوار کام ہے۔ بہرحال کافی غور وخوض کے بعد ۵/رجب کو ہی چودہ حضرات کے نام انتخاب کرکے ان سے منظوری طلب کرنے کے لیے خطوط لکھے گئے، ان کے جوابات میں توقع سے زیادہ تاخیر ہوئی، بلکہ اکثر وبیشتر حضرات نے اپنی معذوری کا اظہار فرماکر پہلوتہی بھی فرمائی تو ان کی جگہ فوراً دوسرے حضرات کے نام انتخاب کرکے ان کو خط لکھے گئے۔ مختصر یہ کہ آخری ناظم کی منظوری ۲۸/رجب کو بذریعہ ٹیلی گرام موصول ہوئی اور اسی وقت ان کو تشکیل امتحان سے متعلق مطبوعہ طریق کار روانہ کیا گیا۔ بعض حضرات کے تقرر کے لیے محض ان کے مخلصانہ تعلقات کی بنا پر نامناسب دباؤ اور بے جا اصرار وتشدد سے کام لے کر خطوط لکھے گئے اور انہوں نے بھی اپنے کرم اخلاق سے میرے اس طفلانہ اصرار کو برداشت کرکے اپنی منظوری سے اطلاع دی، جس کا مجھے بہت افسوس ہے اور میں معذرت خواہ ہوں۔ بہرحال یہ مسئلہ بے حد اضطراب اور پریشانی کا باعث ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اس مشکل کو آسان فرمایا۔ اگر نظماء امتحان کا یہ اہم مسئلہ خدانخواستہ طے نہ ہوتا تو ہم سارا امتحان کا سامان لیے بیٹھے رہتے اور آخر میں مجبور ہوکر امتحان کے نظم کو ممتحنین مدارس کے رحم وکرم پر چھوڑنا پڑتا اور وفاق کا مقصد بالکلیہ فوت ہوجاتا۔

۵-فارم داخلہ کی پالیسی کے لیے ۲۰/رجب آخری تاریخ مقرر کی گئی تھی، لیکن طلبہ اور اساتذہ اور ممتحنین مدارس کی ناواقفیت کی بنا پر بمشکل ۲۵/رجب تک فارم داخلہ موصول ہوئے اور ہم نے رات دن مصروف رہ کر بمشکل دو دن میں رول نمبر اور رجسٹریشن کارڈ طلبا کے نام، بنام مہتممین مدارس کی معرفت روانہ کیے

اور پروگرام کے اعتبار سے ۵؍دن کی تاخیر واقع ہوئی اور یہ تاخیر بے حد پریشان کن ثابت ہوئی۔

۶- اب تک امتحان کا تمام کام صرف مولانا محمد ادریس صاحب انجام دے رہے تھے اور میں رات دن پڑھانے میں مصروف تھا۔ تھوڑی بہت دیر کے لیے مولانا موصوف مدرسہ آکر پکڑ لیتے اور کام لے لیتے تھے۔ ۲۲؍رجب کو بصد مشکل اسباق ختم کرائے اور اب خادم بھی ہمہ تن امتحان کے کام میں لگ گیا۔

۷- پرچہ جات امتحان کی کتابت وطباعت کا کام بھی خاصا پریشان کن، اضطراب انگیز ثابت ہوا، اس لیے کہ خیال یہ ہوا کہ یہ کام بالکل آخر میں انجام دیا جائے تو زیادہ احتیاط کا موجب ہوگا، مگر یہ احتیاط کوشی ہی بلائے جان بن گئی۔ ۲۵؍رجب کو پرچے کاتب کے حوالے کئے، کاتب ان طول طویل پرچوں کو دیکھ کر گھبرا گیا، بہرحال مولانا ادریس صاحب کا پہرہ لگا کر کامل تین دن میں پرچے لکھے گئے اور ۲۸؍کی شام کو انہوں نے پریس میں کھڑے ہو کر اپنے سامنے چھپوائے اور نو بجے شب کٹوا کر دفتر وفاق میں لے کر آئے، جب کہ امتحان میں صرف پانچ روز رہ گئے تھے۔

اب آپ تصور فرمائیے کہ چودہ مرکزوں کے لیے دس کتابوں کے پرچے طلبہ کی تعداد کے مطابق ۱۴؍لفافوں میں علیحدہ علیحدہ رکھ کر سربمہر کرنا اور ہر لفافے پر پرچے اور کتاب کا نام، تاریخ، دن اور کھولنے کا وقت وغیرہ ہدایات کا لکھنا اور صرف ایک رات میں، کتنا دشوار کام تھا؟! سب سے زیادہ اندیشہ اس امر کا تھا کہ کہیں اس جلدی میں پرچہ جات میں تبدیلی یا خلط نہ ہو جائے اور ایک کتاب کا پرچہ دوسرے کے لفافے میں نہ ڈال دیا جائے، چنانچہ دو دو تین تین دفعہ پرچوں اور لفافوں کو جانچا جاتا، پھر مہر لگا کر بند کیا جاتا تھا، سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ اس رازداری کے کام میں میرے اور مولوی ادریس صاحب کے سوا تیسرا آدمی شریک نہیں ہو سکتا تھا، غرض آدھی رات تک بصد مشکل اس ہمت شکن کام کو خدا خدا کر کے پورا کیا۔

۸- ۲۹؍رجب کو صبح سویرے جوابات کی کاپیاں ہر مدرسے کے طلبہ کی تعداد کے مطابق الگ الگ شمار کر کے بنڈل بنائے اور ہر کاپی کے ساتھ دو، دو ورق فی کاپی کے حساب سے زائد کاغذ شمار کر کے الگ رکھے، غرض ہر مرکز کے لیے پرچہ جات، کاپی جوابات، زائد کاغذ اور کاپیوں کی واپسی کے لیے بڑے لفافے، طلبہ کی نشستوں کے لیے رول نمبر، ٹکٹ، وغیرہ سامان الگ الگ کر کے رکھ دیا گیا۔

۹- اب سب سے کٹھن اور ناقابلِ حل مسئلہ یہ پیش آیا کہ امتحان میں صرف پانچ یوم باقی ہیں اور ڈاک کا انتظام قطعاً ناقابلِ اعتماد ہے، بعض مقامات پر تو ڈاک خانہ ہی ندارد ہے، اب ان تمام مقامات پر سامان کس طرح پہنچایا جائے؟ اس بے بسی کے عالم میں تائید غیبی شامل حال ہوئی اور فوراً ایک تدبیر ذہن میں آئی، چنانچہ پشاور کے علاقے کے پانچ سینٹروں کا تمام سامان پیک کر کے حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ کی وساطت سے (کہ موصوف اسی دن لائل پور مدرسہ کے امتحان کے لیے تشریف لے جا رہے تھے) مولانا مفتی سیاح الدین کاکاخیل کے پاس لائل پور پہنچایا کہ وہ اس سامان کو اپنے ہمراہ لے جائیں اور بذاتِ خود یا اپنے اعتماد کے ذرائع سے ہر مرکز پر اس کا سامان پہنچا دیں۔ چنانچہ موصوف کی اولوالعزمی اور جفاکشی نے ہماری بگڑی بنا دی اور انہوں نے یہ تمام سامان جس کا وزن بھی من ڈیڑھ من سے کم نہ ہوگا، پہنچانے کا ذمہ لے لیا اور ۳؍شعبان کو زیارت کاکاخیل جاتے

ہوئے یہ تمام سامان ہر سینٹر میں پہنچا دیا۔ اگر اللہ پاک ان کا وسیلہ میسر نہ فرما دیتے اور ان کی مساعی جمیلہ ہماری معاون نہ بنتیں تو سامان، ڈاک اور ریلوے کے ذریعہ ان دور دراز مقامات پر کبھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔

ان پانچ سینٹروں کے علاوہ باقی تمام سینٹروں کا سامان بذریعہ ڈاک وریلوے روانہ کردیا اور انتہائی تضرع کے ساتھ اللہ پاک سے دعائیں مانگنے میں مصروف ہوگئے کہ خدایا! تو آبرو رکھ لے اور اہلِ علم وارباب مدارس کو مخالفین اور دنیاداروں کے سامنے ذلیل ورسوا ہونے سے بچالے اور اس تمام سامان اور ناظمینِ امتحان کو وقت سے پہلے پہنچا دے اور اعلان کے مطابق امتحان کو بطریقِ احسن شروع کرادے، چوں کہ انتہائی اضطراب اور بے بسی کے عالم میں دل کی گہرائیوں سے دعا نکلی تھی، اس لیے بارگاہِ الٰہی میں قبول ہوئی اور بحمد اللہ! ہر امتحان گاہ میں ناظمِ امتحان جملہ لوازمات کے ساتھ وقت پر پہنچ گئے اور کراچی سے پشاور تک مجوزہ پروگرام کے مطابق بیک وقت امتحان شروع ہوگیا۔

۱۰- روزانہ ناظمین امتحان اور ممتحنین مدارس کے خطوط ڈاک کے ذریعے ہر مدرسہ اور ہر سینٹر سے آتے رہے اور کوائفِ امتحان سے مکمل واقفیت اور نگرانی کا کام بطریق احسن انجام پاتا رہا۔ یہ امتحان اور اس کا طریقِ کار، ناظمین امتحان، ممتحنین مدارس اور اساتذہ وطلبہ سب کے لیے بالکل نیا تجربہ تھا، اس لیے بعض مقامات پر ناظمین سے اور بعض مقامات پر طلبہ سے معمولی غلطیاں اور کوتاہیاں ہوئیں، جن کا تدارک کردیا گیا اور ڈاک اور تار کے ذریعہ فوراً متنبہ کردیا گیا اور بحمد اللہ دو تین دن کے بعد امتحان کے طریقہ کار کو مکمل طور پر سب نے سمجھ لیا اور پوری باضابطگی کے ساتھ کام ہونے لگا۔ غرض ملتان میں بیٹھ کر کراچی سے پشاور تک کے امتحان کو کنٹرول کرنا، بروقت اطلاعات حاصل کرنا اور ہدایات روانہ کرنا بھی ہمارے لیے ایک بالکل نیا کام اور مشکل مرحلہ تھا، مگر اللہ پاک کی توفیق شاملِ حال ہوئی اور بطریق احسن انجام پاگیا اور بحمد اللہ ہمارا کنٹرول اور نگرانی کسی بھی یونیورسٹی یا بورڈ کے معیار سے کسی اعتبار سے کمتر نہ تھی۔ ڈاک، تار، ٹیلیفون تینوں کام کررہے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ملتان میں وفاق کی ڈاک کی تقسیم میں بدنظمی اور ابتری بے حد مضرت رساں اور تکلیف دہ تھی، عالم یہ تھا کہ کچھ ڈاک خیر المدارس جارہی ہے تو کچھ قاسم العلوم اور کچھ دفتر وفاق میں پڑی ہوئی ہے، بمشکل ڈاک کو جمع کیا جاتا۔ پھر ڈاک کبھی بھی دو بجے سے پہلے نہیں پہنچ پاتی تھی، اسی لیے کبھی کبھی ضروری خطوط دوسرے دن ملتے، ان کا فوری جواب دیا جاتا تھا، بہرحال حتی المقدور ضروری ہدایات اور نگرانی کے باب میں کوتاہی نہیں ہونے دی اور بخیر وخوبی امتحان ختم ہوگیا۔ یہ دس قابل ذکر امور ہیں، تلک عشرۃ کاملۃ، آنے والے منتظمین امید ہے ان سے آئندہ انتظام کے لیے کافی بصیرت حاصل کریں گے۔

اس امتحان کی قابلِ ذکر خصوصیات

۱- کسی بھی ایسے عالمِ حدیث شریف کو اس امتحان کا ممتحن نہیں بنایا گیا، جن کے تلامذہ امتحان میں شریک ہوں اور وہ مظنۂ تہمت بن سکیں۔

۲- ممتحنین کے ناموں اور پتوں کو اس قدر صیغۂ راز میں رکھا گیا کہ میرے رفیق مولانا محمد ادریس صاحب بھی تشکیل امتحان کا تمام تر کام انجام دینے کے باوجود ابھی تک تفصیلی طور پر ان سے ناواقف ہیں۔

۳-سوالات کے پرچے اس قدر محفوظ رکھے گئے ہیں کہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مدظلہ بھی کسی پرچے کے سوالات سے پرچہ کھلنے کے وقت سے پہلے واقف نہیں ہوسکے ہیں اور مولانا محمد ادریس صاحب بھی کاتب کے حوالے کرنے کے دن سے پہلے ان سے بالکل بے خبر تھے اور اس کے بعد بھی پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ کاتب (جو عربی سے ناواقف ہے) اور مولانا محمد ادریس صاحب کے سوا کسی بھی متنفس کو پرچوں کی ہوا تک نہیں لگنے دی گئی۔

۴-مدارسِ متعلقہ کے ممتحنین یا مدرسین کو نظم امتحان میں دخل دینے کی کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑی گئی، البتہ ناظمینِ امتحان کے ساتھ ان کے اعتماد پر ممتحنین و مدرسین نے کامل تعاون کیا ہے۔

۵-امتحان کا طریق کار اس طرح مرتب کیا گیا کہ اس پر عمل کرنے کے بعد طالب علم کو کوئی امداد باہر سے یا اندر سے ہرگز نہیں پہنچ سکی اور نہ ہی ممکن تھا۔

۶-طریق کار ایسا رکھا گیا کہ ناظمِ امتحان بھی اول سے آخر تک امتحان کی نگرانی کرنے کے باوجود سوالات سے اس وقت واقف ہوسکے جب پرچہ کھلا اور تقسیم ہوا۔ اسی طرح جوابات کی کاپیاں وہ روزانہ امتحان کا وقت ختم ہوتے ہی سربمہر کرکے دفتر وفاق کو بذریعہ رجسٹری روانہ کرتے رہے۔ اس نظم کی وجہ سے ناظم امتحان کے لیے بھی مداخلت کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی تھی، نہ امتحان سے پہلے اور نہ بعد میں۔

۷-ممتحنین کے پاس سفارش رسانی کی بیخ کنی کی غرض سے اصلی نمبر، فرضی رول نمبروں سے اس طرح تبدیل کیے گئے ہیں کہ اب کسی خاص طالب علم کی کاپی کو نہ ممتحن شناخت کرسکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا شخص، نیز ممتحنین کے لیے بھی سفارش کرنے والوں سے حقیقی اور واقعی معذرت کا راستہ پیدا کردیا گیا۔

۸-اس کراچی سے پشاور تک بیک وقت چودہ مرکزوں میں منعقد ہونے والے امتحان کے کنٹرول اور نگرانی کا اندازہ آپ اس سے کیجئے کہ ایک طالب علم سرخ روشنائی سے پرچے لکھتا ہے، جو اس کی مخصوص نشانی کا کام دے سکتی ہے تو چوتھے پرچے کے دوران بذریعہ تار امتحان گاہ میں ہی اس کو سرخ روشنائی استعمال کرنے سے روک دیا جاتا ہے۔ بعض مرکزوں کے طالب علم ناواقفیت کی بنا پر رجسٹریشن نمبر کو رول نمبر کی جگہ لکھتے ہیں تو دورانِ امتحان ہی ایک خط کے ذریعے تمام مرکزوں کو اس غلطی سے آگاہ کردیا جاتا ہے۔ کسی مرکز کا کوئی طالب علم کاپی کو جوابات کی سلپ کی بجائے کاپی جوابات پر اپنا رول نمبر یا نام غلطی سے یا قصداً لکھ دیتا ہے تو اس کو فوراً روکا جاتا ہے اور جتنی کاپیوں پر ایسا ہوچکا ہوتا ہے، ان پر کالی یا نیلی روشنائی اس طرح لگادی جاتی ہے کہ اسے پڑھنا یا پہچاننا ناممکن ہوجاتا ہے۔ راتوں کو بیٹھ کر کاپیوں کو چیک کیا جاتا ہے اور ہر اس چیز کو جو نشانی سمجھی جاسکے مٹادیا جاتا ہے۔

۹-امتحان گاہ میں ناظمینِ امتحان نے دفتر سے بھیجی ہوئی رول نمبر چٹیں امتحان شروع ہونے سے پہلے ہی ہر طالب علم کی نشست پر چسپاں کردی ہیں اور کسی طالب علم کو پورے امتحان میں اپنی سیٹ (جگہ) بدلنے کی اجازت نہیں دی گئی ہے اور نظماء نے امتحان کے کمروں اور سیٹوں کے نقشے بنا کر پہلے ہی دن دفتر کو بھیج دیئے ہیں اور وہ محفوظ رکھے گئے ہیں، تاکہ اگر ممتحن کو پرچہ دیکھتے وقت کسی طالب علم سے نقل کا شبہ ہو تو نشست گاہ کے نقشے سے فیصلہ کیا جاسکے کہ اس طالب کے لیے دوسرے سے نقل کرنا ممکن ہے یا نہیں۔

۱۰- امتحان کی تشکیل وانصرام اور قواعد وضوابطِ امتحان، نیز اول سے آخر تک طریقِ کار کا ملک کی کسی بھی یونیورسٹی یا بورڈ کے نظمِ امتحان سے مقابلہ کر کے دیکھ لیجئے، آپ وفاق کے امتحان کو کسی اعتبار سے کمتر نہ پائیں گے۔ کسی نہ کسی یونیورسٹی کے پرچے ہر سال کسی نہ کسی ذریعے سے آؤٹ ہوتے رہتے ہیں، کالجوں کے پرنسپلوں اور پروفیسروں کی مداخلت اور سفارشوں سے تو کوئی امتحان محفوظ رہ ہی نہیں سکتا۔ لیکن الحمد للہ! پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے امتحان میں کسی بھی طالب علم یا مہتمم ومدرس کو کسی بھی پرچے کا مطلق پتہ نہیں چل سکا اور نہ ان شاء اللہ! کوئی سفارش یا اثر کارگر ہو سکے گا اور پورے یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ نتیجہ بالکل صحیح اور منصفانہ ہوگا۔ جو لوگ اول سے آخر تک امتحان کی کیفیت قریب سے دیکھتے رہے ہیں، وہ ہی نظمِ امتحان اور امتحان کی نگرانی کی خوبی کو سمجھ سکتے ہیں یا جن حضرات کا ایسے طویل وعریض امتحانات سے سابقہ پڑا ہے، وہ اس کا اندازہ کر سکتے ہیں، مختصر یہ کہ پورے امتحان میں اور اس کے بعد بھی اب تک نظمِ امتحان سے متعلق کسی کو شکایت کا موقع نہ ملا ہے اور نہ ان شاء اللہ! آئندہ مل سکے گا۔

سب سے آخر میں احقر حضرت مولانا خیر محمد صاحب کا شکر وسپاس اپنا اہم ترین فرض اور موصوف کی رہنمائی کے اعتراف کو اپنے لیے سرمایۂ فخر سمجھتا ہے، جنہوں نے ہر موقع پر اپنی شدید مصروفیتوں کے باوجود احقر سے تعاون فرمایا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر موصوف کی رہنمائی اور مفید مشوروں کا سہارا نہ ہوتا تو احقر کسی طرح بھی اس بارِ گراں سے سبکدوش نہ ہوسکتا تھا۔ حضرت والا کی ذاتِ اقدس اور آپ کا وجود باسعود وفاق کے لیے سایۂ رحمت ہے۔ حق تعالیٰ ان کے سایۂ شفقت کو اشاعت واستحکامِ علوم دینیہ کے لیے مدت دراز تک قائم رکھے۔

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب دام مجدہم کا شکریہ ادا کرنا تو میری قدرت سے باہر ہے۔ وفاق کے اور میرے لیے موصوف بلا مبالغہ فرشتۂ غیبی ثابت ہوئے ہیں۔ آپ کے شب وروز انتھک کام نے ہی امتحانِ وفاق کو مثمر اور علمائے مدارس عربیہ کو ملک میں سرخ رو بنایا ہے۔ وفاق اور اس کے امتحان سے موصوف کے والہانہ عشق کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ موصوف کی ملتان تشریف آوری کے صرف دو یوم بعد کراچی سے بذریعہ ٹیلیفون ان کی والدہ ماجدہ غفرلہا کی وفات حسرت آیات کے جان کاہ حادثہ کی اطلاع ملتی ہے، لیکن مولانا موصوف اس عظیم تر صدمہ کو برداشت کر کے فرماتے ہیں کہ: ’’جس عظیم دینی مقصد کے لیے میں یہاں آیا ہوں، میرے نزدیک وہ اس سے زیادہ اہم ہے‘‘۔ ہر چند احقر نے اور دوسرے حضرات نے مولانا سے درخواست کی کہ آپ اہل خانہ اور اعزا کی تسلی اور اپنے قلبِ مضطر کی تسکین کی غرض سے دو چار یوم کے لیے کراچی ہو آئیں، لیکن نہ مانے اور تمام متعلقین کی محبتوں اور طبعی تقاضوں کو وفاق پر قربان کر دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ مرحومہ کی مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں ان کو جگہ دے اور موصوف کو اس صبرِ جمیل پر اجرِ جزیل عطا فرمائے اور ان کی اس دینی خدمت کو مرحومہ کے لیے ترقیِ درجات کا وسیلہ بنائے۔

وانا العبد الأحقر الأفقر إلى اللّٰہ الغنیّ محمود عفا اللّٰہ عنہ، مسجل امتحان وفاق المدارس العربیة وخادم العلم والعلماء بمدرسة قاسم العلوم فی ملتان۔ ۱۸/شعبان سنة ۱۳۸۰ھ و۵/ من فبرایر سنة ۱۹۶۱ء یوم الأحد۔

(بشکریہ سہ ماہی وفاق، محرم الحرام تا ربیع الاول ۱۴۲۲ھ)